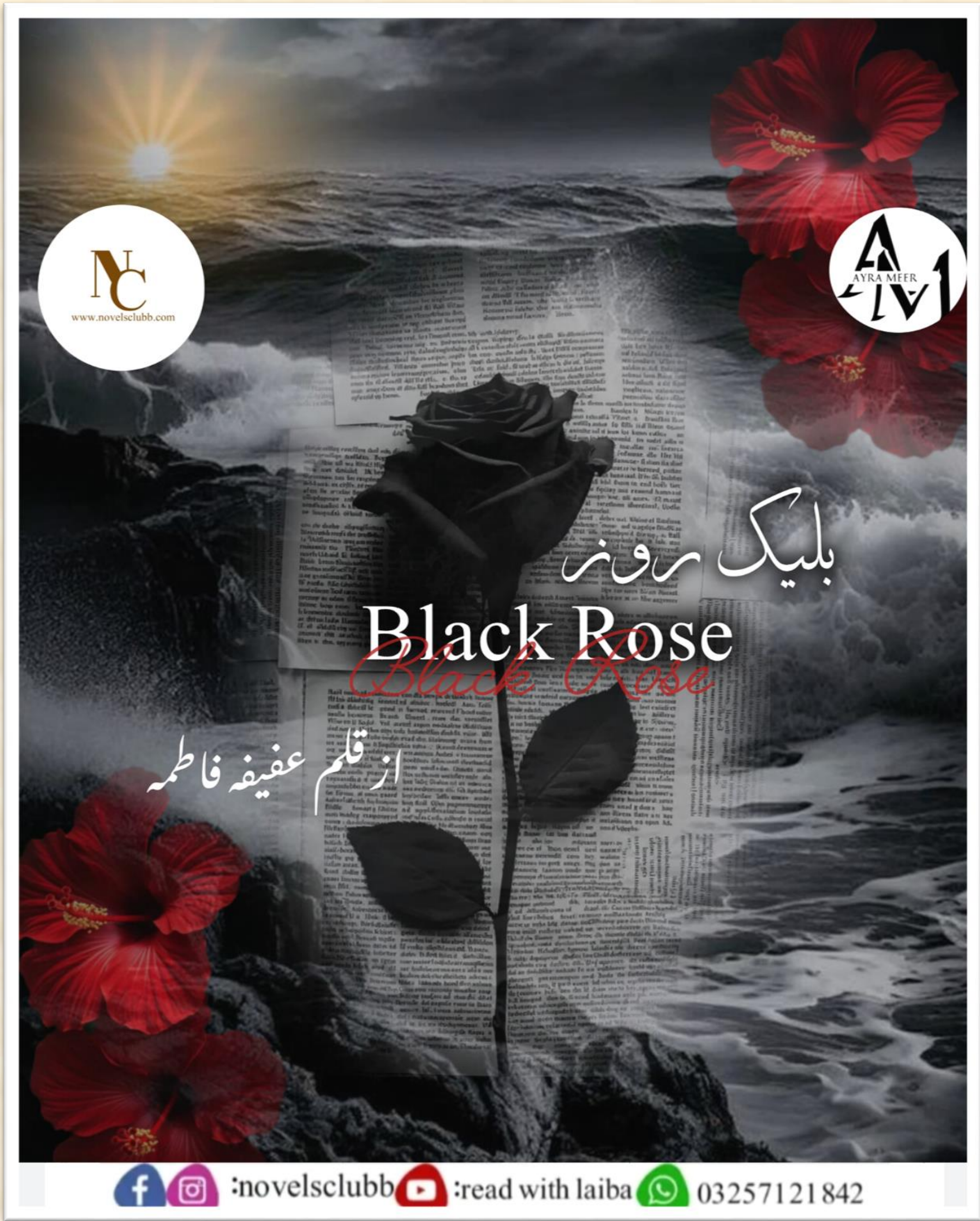
www.novelsclubb.com
AYRA MEER
بلیک روز
Black Rose
Black Rose
از قلم عفیفہ فاطمہ
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

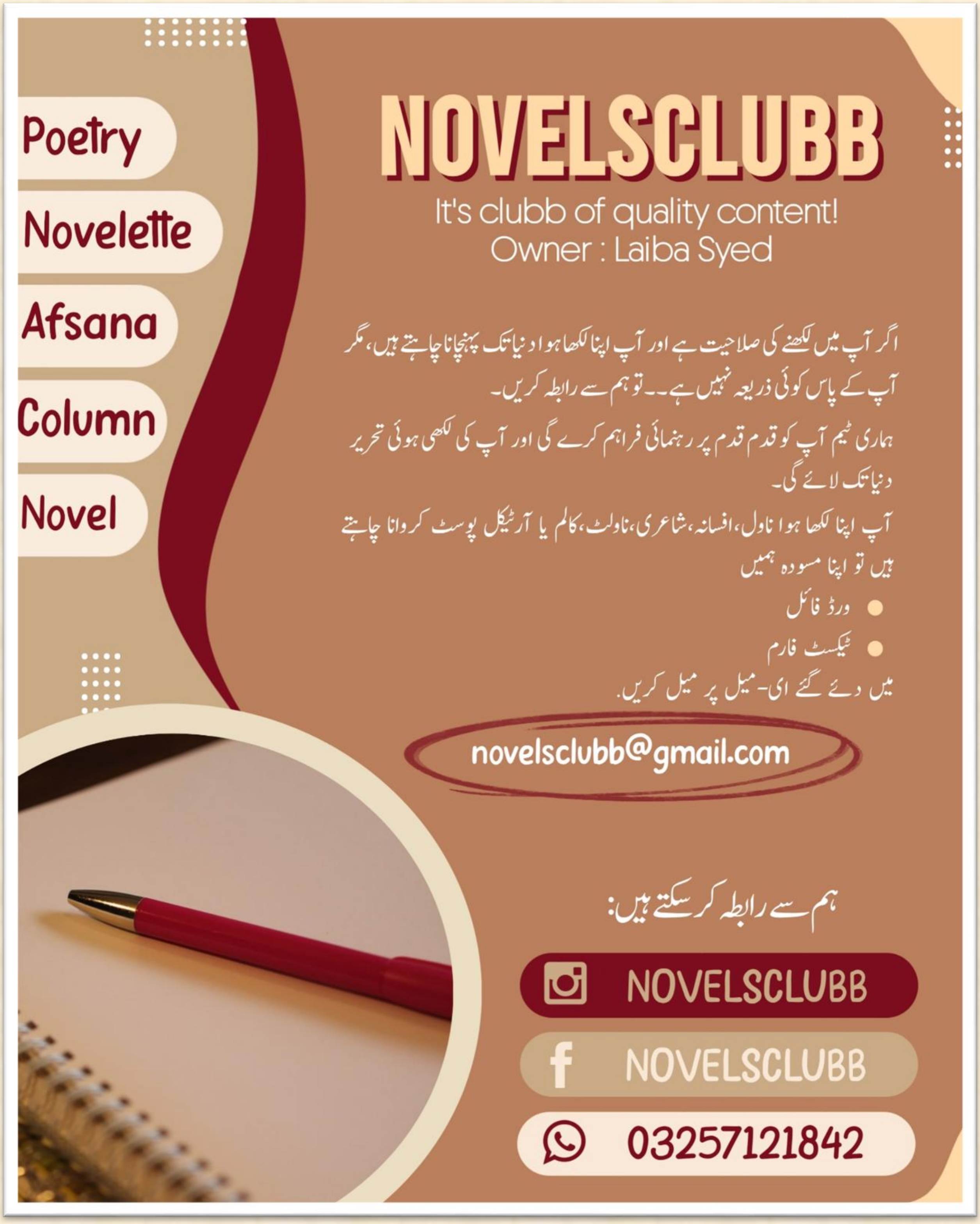
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

ہلفیتی (بلیک روز)

از قلم

عفیفہ فاطمہ

Clubb of Quality Content

ناول "بلیک روز" کے تمام جملہ حق لکھاری "عفیفہ فاطمہ" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

ناول: ہلفیتی

قسط نمبر:۔ 7

سورج کی پہلی کرن کھڑکی سے چھن کر آتی صبح ہو جانے کی نوید سنا رہی تھی۔ وہ جائے نماز پر بیٹھی دعا کیلئے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھی۔

دعا مانگ کر کھڑی ہوئی اور جائے نماز لپیٹ کر پلٹی۔ سامنے ہی بیڈ پر سمریز اور عالیان گہری نیند سوئے ہوئے دکھائی دیے۔ عالیان کے چہرے پر معصومیت تھی اور سمریز۔ اس کے تاثرات تنے ہوئے تھے۔ سوتے ہوئے بھی وہ غیر آرام دہ تھا۔

جو انکشاف ہوا تھا اس کے بعد بے چین تو صلہ بھی تھی۔

"کیا مجھے بابا سے بات کرنی چاہیے اس بارے میں؟" بیڈ کے کنارے ٹکتے ہوئے وہ محوِ خیال تھی۔

"سمریز کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے بابا سے بات کر لینی چاہیے۔ شاید بابا کوئی مدد کر سکیں۔ مجھے کم از کم ان سے شیئر تو کر لینا چاہیے۔"

وہ ہونٹ کاٹتی سوچے گئی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا۔ کانٹیکٹ لسٹ کھولی مگر پھر بند کر دی۔

"اگر سمریز کو برا لگا۔ اس نے صرف مجھ سے یہ بات شیئر کی ہے اور میں اس کی اجازت کے بغیر ہر جگہ پھیلا دوں۔ ویسے بھی وہ ایک خوددار انسان ہے ہو سکتا ہے اسے اچھا نہیں لگے میرا ابا کو یہ بات بتانا۔" یہ سوچتے ہوئے اس نے موبائل واپس میز پر رکھ دیا۔

ابھی وہ کمر سیدھی کرنے کی غرض سے لیٹی ہی تھی کہ سمریز اچانک اٹھ بیٹھا۔ صلہ چونک گئی۔ ماتھے پر بل لیے وہ اسے دیکھنے لگی۔

وہ گہری گہری سانس بھرتا خود کو پرسکون کرنا چاہ رہا تھا۔ پھر کمفرٹر سے ہاتھ نکال کر دیکھنے لگا۔ تاثرات بدل گئے۔ اس کی آنکھوں میں خوف پھیلا۔ وہ جلدبازی میں کمفرٹر ہٹاتا باتھ روم کی طرف بڑھا۔

صلہ کو پریشانی ہونے لگی۔ وہ کھڑی ہوئی اور اس کے پیچھے گئی۔ کھلے دروازے سے وہ اسے واش بیسن پر کھڑا دکھائی دیا۔ اپنے ہاتھوں کو دیوانہ وار رگڑتے ہوئے وہ منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

"سمریز!" وہ اس کا نام پکارتی اس کی طرف بڑھی۔

"میں نے کسی کو نہیں مارا۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ مسلسل یہ دو جملے بڑبڑاتا جا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟ چھوڑو، سمریز تم خود کو زخمی کر لو گے۔ چھوڑو۔" اس نے زبردستی اس کے گیلے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔

"صلہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ کسی کو نہیں مارا۔" اب وہ نم آنکھوں سے صلہ کو یقین دلانا چاہ رہا تھا۔ مگر صلہ کو لگا جیسے وہ خود کو یقین دلا رہا ہو۔

"میں جانتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کچھ نہیں کیا تم نے۔ ٹھیک ہے۔ ریلیکس ہو جاؤ۔" صلہ نے اپنے ہاتھ اس کے دونوں بازوؤں پر رکھ کر اسے تسلی دینی چاہی۔

"میرے، میرے ہاتھوں پر خون کیسے؟ میرے ہاتھ خون آلود کیوں ہو گئے ہیں پھر؟" اس نے دوبارہ اپنے ہاتھ اٹھا کر دیکھنے چاہے۔

"ششش!" صلہ نے اس کے بازوؤں پر زور دیا تاکہ وہ ہاتھ اٹھا کر نہ دیکھے۔

"کوئی خون نہیں ہے تمہارے ہاتھوں پر۔ بالکل صاف ہیں یہ ہاتھ۔ بالکل پاک ہیں یہ ہاتھ۔" صلہ نے بہت محبت سے اسے یقین دلانا چاہا۔ مگر وہ اب بھی نفی میں سر ہلائے گیا۔

"نہیں صلہ۔ دیکھو میرے ہاتھ سرخ ہو رہے ہیں۔ دیکھو، تمہیں خون نظر نہیں آ رہا کیا؟" وہ بے چین ہوا کہ آخر وہ خون آلود ہاتھوں کو پاک صاف کیسے کہہ سکتی تھی۔

"سمریز کوئی خون نہیں ہے ان پر۔ یہ دیکھو کتنے صاف ہیں یہ۔ ہر گناہ سے پاک۔ ان ہاتھوں نے تو کبھی کوئی چھوٹا گناہ بھی نہیں کیا ہو گا کجا کہ قتل۔" صلہ نے اس کی ہتھیلی سامنے پھیلائی اور اس پر انگلی سے نقش بناتے ہوئے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

سمریز کو لگا جیسے وہ اس کے ہاتھ سے بہتے سرخ مائع پر انگلی پھیر رہی ہو۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سرخ مایا غائب ہوتا چلا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کے تاثرات نرم ہوئے۔ ذہن کو جیسے صلہ کی باتوں پر یقین آنے لگا۔

"میں نے واقعی کچھ نہیں کیا۔ تمہیں یقین ہے نا صلہ؟" وہ آنکھوں میں امید لیے پوچھنے لگا۔

"بالکل مجھے تم پر پورا یقین ہے۔ تم چلو کمرے میں آرام کرو۔" صلہ اسے بازو سے پکڑ کر کمرے میں لے جانے لگی۔

" مجھے، مجھے تھانے کیلئے نکلنا چاہیے اب۔" وہ آنکھیں مسلتا رک گیا۔

"سمریز! تھانے کا نام بھی مت لینا آج۔ حالت دیکھو اپنی۔ دن رات جاگ جاگ کر کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنا۔ بستر پر جاؤ اور آرام کرو۔" صلہ کے انداز میں حاکمیت تھی۔ وہ چاہ کر بھی انکار نہ کر سکا۔ وہ اسے زبردستی بستر پر لیٹاتی خود اپنی سائیڈ پر بڑھ گئی۔

ٗٗٗٗٗٗٗٗٗٗٗٗٗٗٗٗ

"سر ! اگلی اپائنٹمنٹ مسٹر ریحان احمد کی ہے۔ نیو کلائنٹ ہیں وہ۔ "اس کے پی اے نے اسے اطلاع دی۔

"ہمم ٹھیک ہے۔ بھیج دو انھیں اندر۔ "میکال نے اتنا کہہ کر فون واپس رکھ دیا۔ وہ جب سے پاکستان واپس آیا تھا تب سے ہسپتال اور کلینک پر ہی پایا جاتا تھا۔ گھر جانا بہت کم کر دیا تھا اس نے۔

کچھ دیر بعد ایک اٹھائیس انتیس سالہ جوان اندر داخل ہوا۔ میکال نے اسے اپنے سامنے موجود کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سلام اور مختصر تعارف کے بعد وہ مدعے پر آئے۔

"ڈاکٹر میکال میرے والد روز میرے خواب میں آتے ہیں۔ مجھ سے معافی مانگتے ہیں۔ اس کے بعد جب میری آنکھ کھلتی ہے تو، تو دل بہت عجیب ہو رہا ہوتا ہے۔ "ریحان نے اپنا مسلہ بتایا۔

"کیا کہتے ہیں تمہارے والد تم سے؟ "میکال کے سوال پر اس شخص کی آنکھوں میں کرب اترا۔

"معافی مانگتے ہیں۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کس بات کی معافی؟" میکال کے سوال پر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اسی سوال سے تو وہ بچنا چاہ رہا تھا۔

"مسٹر ریحان! اگر تو آپ واقعی تھیرپی لینا چاہتے ہیں تو پلیز ہر بات کھل کر کہیں۔ جب تک اپنے دل کی ہر بات کہہ نہیں دیں گے تب تک آپ اس ڈپریشن اور انگزائیٹی سے پیچھا نہیں چھڑوا سکیں گے۔ ٹالک فریلی، پلیز۔" میکال کے سمجھانے پر وہ گہری سانس بھرتا خود کو کمپوز کرنے لگا۔

"اب بتائیں کس بات کی معافی مانگتے ہیں وہ؟" اس نے دوبارہ پوچھا۔

"ایک گناہ کی معافی مانگتے ہیں۔" ریحان احمد کی بات پر میکال کے ماتھے پر بل پڑے۔

"کیسا گناہ؟" اس نے مزید پوچھا۔

"میری ماں کے قتل کا گناہ۔ ہر روز خواب میں وہ مجھ سے میری ماں کے قتل کو معاف کرنے کا کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ بہت اذیت میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں، میں انہیں معاف کردوں شاید ان کا عذاب کم ہو جائے۔" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"تو تم کیا چاہتے ہو؟" میکال کے پوچھنے پر وہ ایک بار پھر چپ سادھ گیا۔

"دیکھو ریحان احمد، تمہارا ذہنی سکون ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔ جب تک ذہن میں موجود الجھن کو میرے سامنے رکھ نہیں دو گے تب تک اذیت کا شکار رہو گے۔ بتاؤ مجھے کیا چاہتے ہو تم؟ میکال کے کہنے پر وہ سر جھکا گیا۔

"ڈاکٹر میکال میں، میں انہیں معاف کر دینا چاہتا ہوں۔" الفاظ ٹوٹ کر ادا ہوئے تھے اور اسی کے ساتھ میکال نے قلم پکڑی اپنی مٹھی بھینچ لی۔

"کیوں معاف کرنا چاہتے ہو تم انہیں؟" اب کہ بار اس کے آواز سخت ہوئی تھی۔

"میری ماں کا قاتل ہی صحیح مگر باپ ہے وہ میرا۔ پچھلے چھ مہینے سے ہر رات میرے خواب میں آکر تڑپتا ہے وہ۔ پہلے اپنی ماں کی اذیت برداشت کی تھی میں نے اور اب روز

خواب میں اپنے باپ کو تڑپتا دیکھتا ہوں۔ تھک گیا ہوں میں اس کرب ناک زندگی سے۔ سب کو معاف کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔" ریحان احمد نے آخر میں تھک کر اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

"بندوں کے گناہگار کو تو خدا بھی معاف نہیں کرتا۔ کیا تم خود کو خدا سے عظیم سمجھتے ہو ریحان احمد؟ کیا تم خود کو اس قابل سمجھتے ہو کہ اس گناہگار کو معاف کردو جس نے تم سے تمہاری قیمتی شہہ چھینی،ہاں؟" میکال کی آواز میں موت کی سی ٹھنڈک تھی۔ ریحان کو اپنی ریڈھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑتی محسوس ہوئی۔

"مگر آپ نے ہی تو کہا کہ میرا ذہنی سکون ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔ تو جب تک معاف نہیں کروں گا سکون نہیں ملے گا۔" ریحان احمد نے اسے اس کی بات یاد دلانا چاہی۔ میکال کے لبوں کی ساخت میں مسکراہٹ کھلی اور آنکھیں، آنکھیں مزید سخت ہو گئیں۔

"ذہنی سکون اپنے گناہگار کو معاف کر دینے میں نہیں بلکہ اس شخص کو تڑپتا دیکھنے میں ہے۔" آگے کو جھکتے ہوئے کہتا وہ ریحان احمد کو گھبراہٹ میں مبتلا کر گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مگر وہ شخص تو پہلے ہی اس دنیا سے جا چکا ہے۔" اس نے منمناتے ہوئے کہا۔

"اور وہ ہر رات تمہارے خواب میں آ کر تڑپتا ہے۔" میکال نے کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔

"تو تڑپنے دو اسے۔ تمہیں تو اس خواب سے سکون ملنا چاہیے۔ اس کی اذیت پر مسکرایا کرو تم تاکہ اس کی تڑپ سے سکون حاصل کر سکو۔" میکال کی بات پر اس کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

"وہ میرا باپ ہے۔ میں چاہ کر بھی اس کی اذیت پر مسکرا نہیں سکتا۔" اس نے الجھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"باپ نہیں تمہاری ماں کا قاتل ہے وہ۔ تمہیں اس کی اذیت پر مسکرانا ہو گا۔ سمجھ رہو ہو میری بات۔" میکال کی نگاہوں میں کاٹھ ابھری۔

" تمہیں اس کی اذیت پر مسکرانا ہو گا۔ جو آپ کے پیاروں کو اذیت دے اس کو تڑپتے دیکھنا ہی اصل سکون ہے۔" ریحان احمد کو اچانک ہی وہاں کچھ عجیب سا احساس ہونے لگا۔ اس

کمرے کی بند دیواروں سے اس کا دم گھٹنے لگا۔ اسے سی کی ٹھنڈک اسے اپنی ہڈیوں میں پیوست ہوتی محسوس ہوئی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ڈاکٹر میکال۔ میں یہاں کچھ مثبت سننے آیا تھا۔ آپ جیسے ڈاکٹرز تو امید کا پروانہ سمجھے جاتے ہیں مگر آپ اتنی منفی باتیں کیسے کر سکتے ہیں ڈاکٹر۔" ریحان احمد نے خشک ہوتے گلے سے سوال کیا۔

"مثبت سوچ سے کچھ نہیں ہوتا۔ سب کچھ اس سے جڑا ہے۔" میکال نے اپنی کنپٹی پر انگلی سے دستک دی۔

"اس سے جڑا ہوتا ہے سب کچھ۔ اگر تو اس کا سکون دوسرے کو تڑپتا دیکھنے میں ہے تو مثبت سوچ کسی کام کی نہیں۔ اور تم، تم اپنی ماں کے قاتل کو کسی صورت معاف نہیں کرو گے، آئی سمجھ۔" میکال نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ مٹھی میں بھینچا قلم ٹوٹنے کے قریب تھا۔ اس کا پورا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

ریحان کو اس کے لہجے سے خوف آنے لگا۔ وہ کرسی کے دونوں ہینڈلز پر ہاتھ سر کا تا اٹھنا چاہ رہا تھا۔

"تمہیں اس شخص کی اذیت پر مسکرانا ہو گا۔ تم خدا سے بڑھ کر نہیں ہو جو اس کے گناہ کو معاف کر دو۔ تم ایک معمولی انسان ہو اور انسان کا سکون اپنے گناہگار کو تڑپتے دیکھنے میں ہے۔" ریحان کو اس کی سرخ ہوتی نیلی آنکھوں میں دیکھنے سے خوف محسوس ہوا۔ میکال کا ایک ایک لفظ جیسے اس کے ذہن کو ماؤف کر رہا تھا۔

"تمہیں مسکرانا ہو گا ریحان احمد، مسکرانا ہو گا۔" وہ سرخ ہوتی نگاہیں ریحان کی نگاہوں میں گاڑے کہتا جا رہا تھا۔ ریحان نے پھولے تنفس اور کانپتی ٹانگوں سے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ اسے یہاں سے جانا تھا۔ ہر حال میں اس ٹھنڈے کمرے سے نکلنا تھا نہیں تو شاید وہ کبھی اپنے حواسوں میں نہ رہتا۔

وہ کھڑا ہوا تو قدم لڑکھڑائے۔ میکال کی نگاہیں اب بھی اس پر جمی تھیں۔

"تمہیں مسکرانا ہو گا ریحان احمد اس کی اذیت پر۔" وہ اب بھی کہہ رہا تھا۔

ریحان نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر جمالیے۔ وہ نفی میں سر ہلاتے پیچھے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہر قدم کے ساتھ اس ٹھنڈ سے دور، اس دیوانے کے جملوں سے آزادی لینے کی خاطر وہ لڑھکتے قدموں سے دروازے کی جانب قدم بڑھاتا گیا۔ اور پھر لمحوں میں دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گیا، آزاد ہو گیا۔

پیچھے میکال بند ہوتے دروازے پر نظریں جمائے اب بھی وہی جملے دہرا رہا تھا۔

"تمہیں اس کی اذیت پر مسکرانا ہو گا۔ تمہیں مسکرانا ہو گا۔ "اس کا اپنا تنفس بھاری ہونے لگا۔ دیکھ تو وہ دروازے کو رہا تھا مگر وہ کسی خیال میں ڈوبا کہیں دور، بہت دور نکل گیا۔ میز پر پڑی عروہ کی مسکراتی تصویر ہر احساس سے پاک اسے دیکھتی رہ گئی۔

oooooooooooooooo

اس کی آنکھ صبح گیارہ بجے کے قریب کسی کے نازک ہاتھوں کے لمس سے کھلی۔ اس نے اپنے دائیں جانب دیکھا تو چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کھل گئی۔ عالیان اس کے

ساتھ لیٹا اس کی ہلکی بڑھی شیو پر ہاتھوں سے نقش بنا رہا تھا۔ سمریز نے اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا۔

عالیان کی دوسری جانب صلہ گہری نیند سو رہی تھی۔ سمریز نے ایک نظر اسے دیکھا پھر عالیان کو تھامے بیڈ کے سرہانے سے ٹیک لگا گیا۔

"آپ کب اٹھے؟" اس نے عالیان سے پوچھا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے۔ آج آپ پولیس سٹیشن نہیں جائیں گے بابا؟" عالیان کے سوال پر اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"آج میں پورا دن گھر پر گزاروں گا آپ کے ساتھ۔" سمریز نے اس کے ماتھے کا بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

"اور ماما کے ساتھ بھی۔" عالیان کی بات پر اس نے ہلکے سے سر کو خم دیا پھر ایک نظر پرسکون نیند سوتی صلہ پر ڈالی۔

"ہاں اور ماما کے ساتھ بھی۔" اس کے پُر نور چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور ہم باہر گھومنے بھی جائیں گے۔" عالیان نے موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم باہر بھی جائیں گے۔ پر پہلے آپ جا کر فریش ہو جاؤ۔ فیس واش کرو اور برش بھی پھر ہم بریک فاسٹ ریڈی کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟" سمریز کے کہنے پر عالیان سر ہلاتا فوراً بستر سے اتر گیا۔

اس کے جانے کے بعد سمریز نے نگاہ اٹھا کر صلہ پر ڈالی۔ ساری رات وہ اس کے سرہانے بیٹھی رہی تھی۔ یہ لڑکی محبت کا صرف دعوٰی ہی نہیں کرتی تھی بلکہ محبت کے ہر پہلو پر پوری بھی اتر رہی تھی۔ وہ نرم نگاہوں سے اس کا چہرہ تکتا سوچ گیا۔

"آخر تم اپنی محبت میں اتنی خالص کیسے ہو صلہ؟ میں تمہاری محبت کو غلط سمجھتا رہا۔ تمہیں بے وقوف سمجھتا رہا مگر تم نے مجھے ہی غلط ثابت کر دیا۔ تم میری سوچ سے زیادہ عقل مند ہو۔ تم میری سوچ سے زیادہ میرے ساتھ مخلص ہو۔" اپنی ہی سوچوں پر وہ مسکرا دیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر صلہ کے شفاف چہرے کو چھونا چاہا مگر پھر رک گیا۔ ہونٹ کاٹتے اپنا ہاتھ

پیچھے کھینچ لیا۔ چند لمحے مزید اسے تکتے رہنے کے بعد وہ بستر سے اٹھتا عالیان کو دیکھنے کیلئے چلا گیا۔

○○○○○○○○○○○○○○○

"آج صلہ نہیں آئی کیا؟" مریم نے کاؤنٹر پر کھڑی میرب کے پاس جاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ صبح اس کی کال آئی تھی کہہ رہی تھی کہ سمریز بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے کل آئے گی۔" میرب نے اسے بتاتے ہوئے اس پر سرسری سی نگاہ دوڑائی۔ اس سرسری سی نگاہ میں بھی وہ اس کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ چکی تھی۔

مریم نے مزید کوئی سوال نا کیا اور وہاں سے چلی گئی۔ مگر میرب اس کی ان آنکھوں کو دیکھ کر تھوڑی رنجیدہ ہوئی تھی۔ اس کے آنے سے جو انسیکیورٹی پیدا ہوئی تھی وہ آہستہ آہستہ زائل ہو رہی تھی۔

اسے اب مریم سے کبھی کبھی ہمدردی محسوس ہوتی تھی۔ جب بھی وہ اسے کسی کونے کھدرے میں چھپ چھپا کر آنسو بہاتا دیکھتی تھی تو اسے ترس آنے لگتا تھا۔

کبھی کبھی دل کرتا تھا کہ جا کر اس سے پوچھے کہ آخر وہ کیوں روتی ہے۔ آخر کیا بات ہے جو اسے پریشان کرتی ہے مگر پھر انا بیچ میں آجاتی تھی۔ انسان کی انا ایسی چیز ہے جو ہر احساس پر قابو پانے کا ہنر رکھتی ہے۔

اور میرب بھی اپنے احساسات کو دبا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

○○○○○○○○○○○○○

صلہ کی آنکھ بارہ بجے کے قریب کھلی تھی۔ اس نے اٹھ کر آس پاس دیکھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ پردہ گرا ہوا تھا اور سورج کی شعائیں اندر آنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔ باہر سے ہلکی ہلکی باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ وہ اٹھ کر فریش ہونے کی غرض سے واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

کچھ دیر بعد وہ بالوں کو کیچر میں قید کرتی باہر آئی۔ ٹی وی لاؤنج بالکل خالی تھا۔ کچن کی سمت سے عالیان کے بولنے کی آواز آ رہی تھی۔

اس نے کچن کی جانب دیکھا۔ اوپن کچن کی ریک کے سامنے کرسی پر عالیان بیٹھا تھا۔ نگاہ تھوڑی اور اٹھائی تو وہ اسے دکھائی دیا۔ چولہے کے سامنے کھڑا وہ مسلسل ہاتھ چلاتا کچھ بنانے میں مصروف تھا۔

"السلام علیکم!" صلہ نے باآواز بلند سلام کرتے ہوئے ان دونوں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

سمریز نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔ ٹی پنک ٹراؤزر اور گھٹنوں تک آتی ہم رنگ شرٹ کے ساتھ، بال ہلکے سے کیچر میں باندھے وہ آج پہلی بار اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہوئی۔

"وعلیکم السلام!" وہ سلام کا جواب دیتا دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"لاؤ میں کرتی ہوں۔ تم بیٹھو باہر جا کر۔" صلہ آگے بڑھ آئی۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے چمچ لینا چاہا۔ سمریز نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ ایسے میں وہ اس کے سینے سے ٹکرا گئی۔ دونوں ہی ایک لمحے کیلئے ساکن ہوئے تھے۔ بھوری آنکھوں میں خفگی ابھری۔ وہ فوراً دو قدم پیچھے لیتی اس سے دور ہوئی۔ سمریز نے گلا کھنکھارا اور آملیٹ پلٹانے لگا۔

"میں بھی بنا لیتا ہوں کھانا۔ ثناء کے جانے کے بعد۔۔۔" اتنا کہتے ہی اس کی زبان کو بریک لگی۔ اس نے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ خاموش سی کھڑی اسے سن رہی تھی۔

"اور تمہارے آنے سے پہلے۔۔۔" مزید اضافہ کیا گیا۔ "میں خود ہی تو کھانا بناتا تھا۔ اور میرے بیٹے نے کہا کہ آج اسے اپنے بابا کا سپیشل آملیٹ کھانا ہے بھلا میں انکار کیسے کر سکتا تھا۔" اس نے پہلی بات صلہ کو دیکھ کر اور آخری عالیان کو دیکھ کر کہی۔ وہ دونوں ہی مسکرا دیے۔

"میں پراٹھے بنا دیتی ہوں۔" صلہ اتنا کہتی بازو کے کف فولڈ کرتی فریج کی جانب بڑھی۔

"وہ تیار ہیں۔" سمریز اس کی جلد بازی پر مسکراتا کہنے لگا۔

"اچھا۔" وہ اتنا کہتی واپس آ گئی۔ انداز میں خفگی اب بھی واضح تھی۔ "تم عالیان کے ساتھ ٹیبل پر بیٹھو میں آملیٹ لاتا ہوں۔" اس کی بات پر صلہ سر اثبات میں ہلاتی ڈائننگ ٹیبل کی جانب بڑھ گئی۔

آج پہلی بار تھا کہ ایک نارمل ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ نا کوئی تناؤ اور نہ ہی کوئی پیچیدگی۔ کل رات والی کثافت بھی کہیں دور جا سوئی تھی۔

ooooooooooooo

ناشتے کے بعد صلہ بالکنی میں آگئی۔ آج کافی دنوں بعد وقت ملا تھا تو سوچا کہ پودوں کی کانٹ چھانٹ کر لے۔

کچھ دیر بعد سمریز بالکنی کی ریلنگ ہٹاتا اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ صلہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔ وہ ہاتھ میں کافی کے دو کپ لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ صلہ کو دیکھتے پا کر ایک کپ اس کی طرف بڑھایا۔

"کیا یہ کوئی خواب ہے؟" صلہ نے ہاتھ میں موجود آب پاش ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ چہرے پر مسکراہٹ نمایاں تھی۔ اس کی بات پر سمریز سر جھکا کر مسکرا دیا۔

"خواب تو حسین ہوتے ہیں صلہ۔ یہ تو حقیقت ہے تبھی تلخ ہے۔" اس کا اشارہ کل رات والے واقعے کی طرف تھا۔ صلہ نے اس کے ہاتھ سے کافی کا دوسرا کپ تھام لیا۔ صلہ کو محسوس ہوا

کہ وہ بھلے ہی واضح نہ ہونے دے مگر کل رات جو انکشاف ہوا تھا، وہ اب بھی اسے پریشان کیے ہوئے تھا۔

"میرے لیے تو پھر حقیقت خواب سے زیادہ حسین ہے۔ انسپکٹر میرے لیے خود کافی بنا کر لایا ہے۔" صلہ کے کہنے پر کافی کا سپ لیتا سمریز تھم گیا۔ پھر مسکرا دیا۔ ایک خوبصورت مسکراہٹ۔

"اور میرے سامنے بیٹھ کر مسکرا بھی رہا ہے۔" صلہ کے دوبارہ کہنے پر وہ سر جھکا کر ہنس دیا۔ بالکنی میں آتی دسمبر کے سورج کی ہلکی ہلکی کرنیں ان دونوں کے وجود کو روشن کرتی چلی گئیں۔ چند لمحے یوں ہی بیت گئے۔

سمریز نے کافی کا ایک سپ لیا اور نگاہ اٹھا کر صلہ کی جانب دیکھا۔ سورج کی کرنیں پڑنے سے اس کے ہلکے بھورے بال چمک رہے تھے۔ بھوری آنکھیں سنہری روشنی پڑنے سے الگ ہی رنگ بکھیر رہی تھیں۔ کچھ ایسا ہی حال اس کی اپنی آنکھوں کا بھی تھا۔

سمریز کو مسلسل اپنی جانب دیکھتا پا کر صلہ نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"کیا ہوا؟" اس نے سرسری سا پوچھا۔

سمریز نے کوئی جواب نہ دیا۔ چند لمحوں بعد صلہ کو اپنا ہاتھ کسی مضبوط گرفت میں محسوس ہوا۔

اس نے چونک کر اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا۔ ایک لمحے کیلئے دل تھم سا گیا اور اگلے ہی لمحے پورے زور سے دھڑکا۔

سمریز اس کا ہاتھ تھام کر لبوں تک لایا اور اس کا بوسہ لیا۔

"شکریہ! کل رات مجھے سنبھالنے کیلئے۔ مجھے سننے کیلئے، مجھ پر یقین کرنے کیلئے۔" ہر جملہ الگ الگ ادا کرتا وہ اپنے الفاظوں سے اسے معتبر کر گیا۔

صلہ ہونٹ کاٹتی اسے دیکھے گئی۔ ان سب چیزوں کو پراسس کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"اب انسپکٹر مجھے شکریہ بھی بول رہا ہے۔" خاموشی کے لمحات بڑھنے لگے تو وہ ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کی غرض سے بولی۔

اس کی بات پر وہ پھر سر جھکا کر ہنس دیا۔

"تو تم نے انسپکٹر کو جیت ہی لیا صلہ شاہد۔" سمریز کی بات پر صلہ نے جھٹکے سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر حیرانی واضح تھی۔

یہ بات سمریز کے منہ سے سننا واقعی خوشگوار تھا۔

"ہاں، مگر تم نے مجھ سے میرا انسپکٹر چھین لیا ہے ڈی ایس پی۔" اب کہ صلہ نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالتے ہوئے شکوہ کیا۔

"میں ہمیشہ تمہارا انسپکٹر ہی رہوں گا۔ ڈی ایس پی تو سفارش پر آیا ہے مگر انسپکٹر میری محنت کا رتبہ تھا۔" سمریز نے اس کا ہاتھ پھر سے تھام لیا۔

"تمہارے انسپکٹر کو کوئی نہیں چھین سکتا ہے، میں بھی نہیں۔ دیر سے ہی سہی مگر انسپکٹر تم تک آ ہی گیا۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہتا وہ آج اسے لمحہ بالمحہ حیران کر رہا تھا۔

سورج کی کرنیں ان کے وجود پر بکھرتیں ایک نئی شروعات کی داستان خود میں جذب کرتی جا رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content

ooooooooooooooo

"السلام علیکم سر!" تابش کی آواز موبائل کے سپیکر سے گونجی۔

"وعلیکم السلام! اس وقت کال کی تم نے، سب خیریت؟" سمریز نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔ وہ عالیان کی فرمائش پر سی ویو آئے تھے۔ سمریز کی طرح عالیان کو بھی سمندر بہت پسند تھا۔

"جی سر، وہ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔ کل رات جو کچھ بھی ہوا تھا، اس سے متعلق، کچھ بات کرنی تھی۔" تابش کی بات پر سمریز کے ماتھے پر بل پڑے۔ یوں لگا جیسے تابش کچھ محتاط ہو کر بول رہا ہو۔

"ہاں کہو۔ کیا بات ہے؟ میں سن رہا ہوں۔" سمریز نے صلہ اور عالیان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں ساحل کی ریت پر بیٹھے تھے۔ ریت کے قلعے بنانے میں مصروف۔

"سر یہ سمجھیں کہ جس مجرم کو ہم ڈھونڈ رہے تھے وہ مل گیا ہے۔" تابش کی بات پر سمریز نے چونک کر نگاہ اٹھائی۔

"کون ہے وہ تابش، بتاؤ مجھے؟" اس کے انداز میں بے چینی بھر آئی تھی۔

"نہیں سر، یہاں نہیں۔ یہ بات فون پر کرنا مناسب نہیں ہے۔" تابش نے فوراً انکار کیا۔

"ٹھیک ہے پھر کل میں تھانے آتا ہوں تو وہاں بات کرتے ہیں۔" سمریز کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی تھانے پہنچ جائے۔

"نہیں سر، تھانے نہیں۔ کل فجر کے بعد میں آپ کی سوسائٹی کے پارک میں آجاؤں گا۔ وہیں بات کریں گے۔" تابش کی بات پر سمریز کے ماتھے پر الجھن سے بل نمودار ہوئے۔ وہ سمجھ نا سکا کہ آخر یہ بات تھانے میں کیوں نہیں ہو سکتی۔

"ٹھیک ہے۔ پھر وہیں ملتے ہیں۔" سمریز نے اس کی بات پر متفق ہوتے ہوئے کہا۔ پھر دونوں کے بیچ الوداعی کلمات کا تبادلہ ہوا اور کال بند ہو گئی۔

سمریز ہونٹ کاٹتا تابش کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ دور بیٹھے صلہ اور عالیان پر نگاہ گئی تو ان کی کھلکھلاہٹیں اسے ہر بات کو ذہن سے جھٹکنے پر مجبور کر گئیں۔ وہ فون جیب میں ڈالتا صلہ اور عالیان کی جانب بڑھا۔

"کہاں تک پہنچا؟" سمریز چہرے پر خوش باش سی مسکراہٹ سجائے ان تک آیا۔ اس کی بات پر دونوں نے اس کی جانب دیکھا۔ وہ ایک گھٹنا زمین پر ٹکائے صلہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"یہ دیکھیں بابا، یہ میرا گھر، یہ ماما کا اور یہ والا آپ کا۔" عالیان نے تین الگ الگ ریت کے ٹیلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا، پر مجھے تو یہ والا گھر چاہیے۔" سمریز نے اس ٹیلے کی طرف اشارہ کیا جس کو عالیان نے صلہ کا گھر کہا تھا۔

"یہ تو ماما کا ہے بابا۔ ماما نے آپ کیلئے یہ والا بنایا ہے۔" عالیان نے اسے سمجھانا چاہا۔

"تو کیا ہوا ماما بابا ایک ہی گھر میں رہ لیں گے۔ کیوں صلہ؟" سمریز نے جیسے صلہ سے تائید چاہی۔ وہ مسکراتے ہوئے محض اثبات میں سر ہلا گئی۔

"اب گھر چلنا چاہیے۔ شام ہو رہی ہے اور سردی بھی بڑھ رہی ہے۔" صلہ نے کھڑے ہو کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ سفید لمبی قمیص پہنے اس پر لال رنگ کا حجاب چہرے کے گرد

باندھے سورج کی کرنوں میں چمکتی کوئی سنہری دیوی معلوم ہو رہی تھی۔ کم از کم سمریز کو تو یوں ہی لگا۔ جذبات کے ساتھ ساتھ نظریہ بھی بدلنے لگا تھا۔

وہ دونوں بھی اس کی تقلید کرتے کھڑے ہوئے اور اپنی چیزیں اٹھاتے دور کھڑی گاڑی کی جانب بڑھے۔

عالیان نے پہلے گاڑی تک پہنچنے کیلئے دوڑ لگائی اور وہ دونوں اس کی جلد بازی پر ہنستے قدم بڑھانے لگے۔ چند قدم ایک دوسرے کے سنگ اور پھر سمریز رک گیا۔ صلہ بھی اس کے ساتھ رکی تھی۔

"کیا ہوا؟" اس نے سوالیہ آبرو آچکا کر پوچھا۔

"ایک کام تو ادھورا رہ گیا۔" سمریز نے بھورے نگینوں میں برابر دیکھتے ہوئے کہا۔ شہد رنگ آنکھوں کی چمک بہت کچھ کہہ رہی تھی۔

"کیا؟" صلہ کے سوال پر شہد رنگ نگینے مسکرائے۔ پھر اس نے جھک کر ساحل کی ریت سے کچھ اٹھایا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے مڑ کر اس نے دوران تین ٹیلوں میں سے ایک، جسے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عالیان نے اس کا گھر کہا تھا،اس کا نشانہ باندھا۔ہاتھ گھمائے اور وہ ٹیلاریت بنتا ساحل میں مل گیا۔

"یہ کام ادھورارہ گیا تھا۔"اس نے نگاہ واپس بھورے نگینوں کی جانب موڑی۔

"سمریز بخاری کا دل تم سے جڑ چکا ہے صلہ شاہد۔ پھر اپنی الگ دنیا میں جینے کا کیا فائدہ۔"

بھورے نگینوں میں نمی آٹھری۔

کیا یہ خواب تھا یا حقیقت؟

وہ جسے چاہا تھا،اس سے چاہے جانے کا سننا کتنا خوبصورت تھا۔کسی خواب کی مانند مگر کبھی نا ٹوٹتا ہوا۔کسی سیراب کی مانند مگر کبھی نہ آنکھوں سے چھٹتا ہوا۔

"میں نہیں جانتا کب اور کیسے مگر تم میرے لیے اہم ہوتی چلی گئیں۔میں ماننے کو تیار نہیں تھا مگر تم نے مجھے ہرادیا صلہ شاہد اور مجھے یہ ہار دل وجان سے قبول ہے۔"سمریز نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے،سینے پر ہاتھ رکھے اپنی ہار تسلیم کی تھی۔

"میری محبت کتنی عجیب ہے ناسمریز۔ میں جب جب تمہیں پانے کی کوشش کرتی ہوں تم مجھ سے اتنے ہی دور چلے جاتے ہو۔" وہ نم آنکھوں سے کہنے لگی۔

"مگر جب میں ٹھہر جاتی ہوں۔ خود کو اور اپنی محبت کو تقدیر کے دھارے پر چھوڑ دیتی ہوں تو یہ قسمت تمہیں بہاتی ہوئی مجھ تک لے آتی ہے۔" اس کی بات پر وہ سر جھکا کر ہنس دیا۔ پھر چند لمحوں بعد دوبارہ اس کی جانب دیکھا۔

"کیونکہ کاتبِ تقدیر نے ہمیں عالمِ ارواح میں ہی ایک کر دیا تھا۔ یہ تو دنیاوی آزمائش تھی جس سے ہمیں گزارا گیا۔" سمریز کی بات پر وہ سر ہلاتی مسکرا دی۔

"ابھی تو نا جانے اور کتنی آزمائشیں راستے میں کھڑی ہیں صلہ۔ کیا تم تیار ہو ہر آزمائش میں میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کیلئے۔" اس نے صلہ کا ملائم ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اپنے ساتھ سے وہ ایک بار پھر اسے معتبر کر رہا تھا۔

"مجھے آزمائش پسند نہیں لیکن اگر تم ساتھ ہو تو ہر آزمائش آسان ہے۔ کیونکہ منزل تو ایک ہی ہو گی نا ہماری۔" صلہ نے جیسے اپنی بات کی تائید چاہی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اثبات میں سر ہلاتا مسکرا دیا۔ ایک عہد تھا اس مسکراہٹ میں۔ عہد ہی تو ہوتا ہے جو رشتوں کو قائم رکھتا ہے۔ محبت کا عہد، حفاظت کا عہد، ساتھ نبھانے کا عہد، اور سب سے بڑھ کر یقین کا عہد۔

سمریز کی مسکراہٹ میں بھی بہت سے عہد تھے۔ صلہ کا دل خوش فہمیوں کی اڑان اڑنے لگا۔

اب وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔ جہاں عالیان پہلے ہی انہیں آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ یہ وہی سورج تھا جس نے نیلی آنکھوں کا سب کچھ اجڑتا دیکھا تھا اب وہی سورج شہد رنگ آنکھوں کی دنیا بستی دیکھ رہا تھا۔

oooooooooooooooo

Clubb of Quality Content

فجر کی اذانیں فضاء میں گونجیں۔ صلہ کے ساتھ آج سمریز بھی نماز کیلئے اٹھا تھا۔ جب وہ نماز ادا کر کے گھر پہنچا تو صبح کی پو پھوٹ چکی تھی۔

"صلہ میں جارہا ہوں۔" اس نے پیچھے سے آواز لگائی۔ صلہ جو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھی، اس نے آیت مکمل کر کے اس کی جانب دیکھا۔ وہ دروازے کی چوکھٹ میں کھڑا تھا۔ سفید قمیص شلوار پہنے، بازوؤں کے کف موڑے، پریشان سا اسے تکتا ہوا۔

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ تم دعا کرنا سب ٹھیک ہو۔" صلہ نے اسے کہتے سنا۔

"سب ٹھیک ہو گا۔ پریشان مت ہوں۔" اس نے سمریز کو یقین دلایا۔ وہ محض سر ہلا کر رہ گیا، پھر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ الوداع کرتا باہر بڑھ گیا۔

وہ دھویں کے مرغولے فضاء کے حوالے کرتا اپنی سٹڈی کی دیوار گیر گلاس ونڈو سے ابھرتے سورج کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مرغولے فضاء میں عجیب شکلیں بناتے گلاس ونڈو پر دھند چھوڑ جاتے۔

"کسی کو بچانے کیلئے، کسی کو قربان کرنا پڑتا ہے۔" اس کے اپنے الفاظ ذہن میں گونجے۔

"اور اس مقصد میں قربانی شاہنواز بخاری کے بیٹے کو دینی ہو گی۔" ایک اور جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

سمریز سرمئی سڑک پر قدم بڑھاتا جا رہا تھا۔ اس کا اٹھتا ہر ایک قدم حقیقت کے قریب بڑھ رہا تھا۔ وہ چاقو، وہ فوٹیج، وہ سب قتل، کسی ریل کی طرح اس کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔ پیٹ میں گرہیں بندھنے لگیں۔ دل بیٹھنے لگا۔ چند قدم مزید اور ہر راز آشکار ہو جاتا۔

گلاس ونڈو ایک بار پھر دھویں سے دھندلانے لگا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اس دھند میں کچھ لکھا تھا۔

بی۔ سی

اس نے نگاہ پھیر کر دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا۔ گھڑی کی سوئیاں نوٹ کرتے اس نے ہاتھ میں پکڑی سیگریٹ فرش پر پھینکی۔ جوتے سے اسے مسلتا باہر بڑھ گیا۔

سمریز پارک میں داخل ہوا۔ اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی۔ تابش اسے دور ایک بینچ پر بیٹھا دکھائی دیا۔ وہ اس کی طرف بڑھ آیا۔

سمریز کے قدم بینچ کے قریب آ کر تھمے۔ تابش نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ سمریز کے ماتھے پر بل پڑے۔ تابش کی سرخ آنکھیں شب بیداری کا حال بیان کر رہی تھیں۔ مگر کیوں؟ وہ نہیں جانتا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے گاڑی ایک جانے پہچانے سے گھر کے باہر روکی۔ دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اسے دیکھ کر نیند سے اونگھتا چوکیدار سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر اگلے ہی لمحے دروازے وا ہوئے اور وہ اس محل نما بنگلے میں قدم رکھ گیا۔

تابش اس کی الجھن کو بھانپتا مسکرا دیا۔ پھر بالکل سیدھ میں دیکھنے لگا۔

"جانتے ہیں سر، جب میں چھوٹا تھا تو امی کہتی تھیں کہ انسانوں کو رول ماڈل مت بنانا کبھی۔" تابش کا لہجہ رنجیدہ سا تھا۔

"وہ کہتی تھیں کہ کوئی بھی انسان مکمل نہیں ہوتا، اس لیے کبھی کسی کو آئیڈیل مان کر اس کی طرح بننے کی خواہش مت کرنا۔ ماسوائے ایک ہستی کے، پیغمبر آخر زمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔" سمریز اس کی بات سنتا خاموشی سے بینچ کے دوسرے کنارے پر ٹک گیا۔

"لیکن میں نے ان کی بات نہیں مانی۔ میں کسی اور کو آئیڈیل بنا بیٹھا۔" افسوس، شدید افسوس تھا اس کے لہجے میں۔

"اور سر، مجھے اس غلطی کی بہت بڑی سزا ملی ہے۔" اس کی آنکھوں میں واقعی غم و رنج کی لہر نمی کی صورت دوڑنے لگی تھی۔

"تم اس وقت یہاں؟ سب خیریت تو ہے نا؟" کسی کی آواز پر اس نے اپنی نیلی آنکھیں اٹھائیں اور دروازے کی جانب دیکھا۔

شاہد بخاری شب خوابی کے لباس میں ملبوس اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"شاہنواز بخاری کا بیٹا ہمارے مقصد میں قربانی دینے کیلئے تھا نا؟" سنجیدہ لہجہ، ایک لمحے کیلئے شاہد بخاری کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا گیا۔

"بالکل۔ ہزاروں جانیں بچانے والی واحد جان، وہی تو تھا۔" شاہد نے اپنی آواز مضبوط بناتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ آئے۔

"کیا ہوا ہے تابش؟ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ اور تم مجھے اصل مجرم کا بتانے والے تھے نا۔ کس نے کیا ہے یہ سب؟" سمریز کے پوچھنے پر تابش مسکرا دیا، کرب سے۔

"جانتے ہیں میں نے آپ کو یہاں کیوں بلایا ہے؟ میں چاہتا تو یہ بات تھانے میں بھی بتا سکتا تھا۔ مگر میں نے آپ کو یہاں بلایا۔ جانتے ہیں کیوں؟" اس نے گردن موڑ کر سمریز کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ محض نفی میں سر ہلا گیا۔

"وہ اس لیے کیونکہ میں وردی پہن کر آپ سے یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا۔ اگر وردی پہن کر یہ سب کہتا تو غداری ہو جاتی۔۔۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ کہہ رہا تھا اور شہد رنگ آنکھیں ساکن تھیں۔

"وردی سے یا آپ سے۔" تابش نے بات مکمل کی۔ سمریز کے آس پاس گھنٹیاں بجنے لگیں۔ خطرے کے سُر بکھیرتیں نادیدہ گھنٹیاں۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کو سنوں گا، بنا جج کیے اور اب اپنی اسی بات کا بھرم رکھتے ہوئے میں یہاں موجود ہوں۔ مگر آج سننے نہیں سنانے۔" گھنٹیوں کا شور بڑھنے لگا۔ قریب تھا کہ اس کا دماغ سن ہو جاتا۔

"تو تم نے اسے ایک بار پھر زندگی کی طرف لانے کی کوشش کیوں کی شاہد بخاری؟" وہ میز پر پورے زور سے مکا مارتا شاہد کو اچھلنے پر مجبور کر گیا۔ نیلی آنکھوں کی سختی کسی کو بھی ڈرا سکتی تھی۔

"میکال میں نے اس کیلئے کچھ نہیں کیا۔ یہ سب میری بیٹی کیلئے تھا۔ سمریز میری بیٹی کی پسند تھا۔" شاہد بھی اونچی آواز میں چلائے تھے۔

"تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں میری بیٹی کتنا تڑپتی تھی۔ میں نے، میں نے اسے دیوانوں کی طرح چیختے چلاتے سنا تھا۔" شاہد بخاری کا تنفس بڑھنے لگا۔ صلہ کی وہ حالت ان کے دل پر پتھر کی طرح لگتی تھی۔

"اور پھر ایک دن وہ خاموش ہو گئی۔ ایک دن اس نے اپنے آنسو پی لیے۔ اس نے اپنے دل کو ایک پنجرے میں قید کر دیا۔ میں تو بس اسے آزاد کرنا چاہتا تھا۔ میں تو بس اسے اس کی محبت دینا چاہتا تھا۔"شاہد کے گلے کی رگیں چیخنے سے پھول گئی تھیں مگر سامنے بیٹھے شخص پر کوئی اثر نا ہوا۔ اس کی میز پر رکھی مٹھی اب بھی سختی سے بند تھی۔ غصے کی شدت کا اندازہ اس کے سرخ ہوتے چہرے سے لگایا جا سکتا تھا۔ "آج تک ہوئے تمام قتل اور علی منصور پر حملے کے پیچھے جس شخص کا ہاتھ تھا۔"تابش اتنا کہتا رک گیا۔ بولنے کو الفاظ جمع کرنے لگا۔ سمریز کارواں رواں سماعت بنا سننے کیلئے بے چین تھا۔

"وہ شخص اس وقت، میرے سامنے موجود ہے۔"اور بس یوں لگا جیسے ہر ایک گھنٹی اس کے سر پر پتھر کی طرح برس پڑی ہو۔ درد ہی درد اٹھا تھا۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

تابش بھی اپنی نگاہ پھیر گیا۔

"نہیں، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں، میں نے تو کوئی قتل نہیں کیا۔"اس کے انداز میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

"تابش، مجھے تو، مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں ایسا۔ میں بھلا یہ سب کیسے کر سکتا ہوں۔ میں تو اپنے چچا کا بدلہ۔۔۔" اور یہاں اس کا دماغ بری طرح زلزلے کی زد میں آیا۔

"تابش میرے چچا۔ تابش ان کا قتل بھی تو اسی کلر نے کیا ہے۔ مطلب میں؟" شہد رنگ آنکھیں پھیلیں۔ تابش نے اس کی جانب دیکھا۔

نمی کا ایک تیز بہاؤ ریلہ ان آنکھوں میں آسمٹا تھا۔

"یہ کھیل تم نے شروع کیا تھا شاہد بخاری۔" وہ بھی پوری قوت سے چلایا تھا۔

"عالمگیر بخاری کو مارنے کا پلان تمہارا تھا۔ اس سے حسد تم کرتے تھے۔ تم نے میری مجبوری کا فائدہ اٹھایا تھا۔ سمریز کو ہتھیار بنا کر استعمال تم نے کیا تھا۔" شاہد بخاری مٹھیاں بھینچے چلا اٹھے۔

"ہاں! میں نے عالمگیر کو حسد کی بنیاد پر مارا۔ لیکن تمہاری مجبوری کا فائدہ میں نے نہیں اٹھایا۔ اور نا ہی میں نے سمریز کو ہتھیار بنا کر استعمال کیا۔" شاہد بھی آج چہرے سے منافقت کا پردہ ہٹائے سامنے تھے۔

"تم خود اپنا حق حاصل کرنا چاہتے تھے۔" اس جملے کے ساتھ ہی ان کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"بلکہ تم تو اپنا حق چھیننا چاہتے تھے۔ سمریز کو استعمال کرنے کا پلان بھی تم نے ہی بنایا تھا۔ میں نے تو صرف تمہارا ساتھ دیا تھا میکال شاہنواز بخاری۔" شاہد نے پراسرار سی مسکراہٹ سجائے کہا۔ اس نام پر میکال نے مٹھیاں بھینچی۔ گردن کی رگیں تن گئیں۔

"میں وہ کلر نہیں ہو سکتا۔ پاگل ہو گئے ہو تم؟" وہ بینچ سے کھڑا ہوتا چلانے لگا۔ تابش خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تابش؟ میں کیوں ماروں گا اپنے چچا کو اور ثناء۔۔۔" اس کا ذہن ایک بار پھر ہل کر رہ گیا۔

"تابش ثناء؟ کیا اس کو بھی؟" چلاتے ہوئے وہ یکدم ہی ایک بار پھر بے یقین ہوا۔ تابش نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پر، میں یہ سب، کیوں؟ تابش، میں یہ سب کیوں کروں گا؟ میں اپنوں کو ہی کیسے نقصان پہنچا سکتا ہوں بھلا؟ اور مجھے تو کچھ یاد بھی نہیں۔" وہ تھک ہار کر بینچ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ سر دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ ایک عجیب کشمکش میں تھا۔

"میرا بدلہ تو عالمگیر کی موت کے ساتھ ہی انجام کو پہنچا تھا۔ وہ تم تھے جو چھ سال بعد دوبارہ لوٹے تھے۔ وہ تم تھے جس نے اس کھیل کو جاری رکھنے کا سوچا تھا۔ شاہد بخاری غصے سے تپتا چہرہ لیے آج ہر راز آشکار کرتے جا رہے تھے۔ سامنے بیٹھا میکال بڑھتے تنفس کے ساتھ دانت ایک دوسرے پر جمائے انھیں سنے گیا۔

"وہ تم تھے میکال جسے عروہ جیسی مظلوم عورتوں کو بچانا تھا۔ وہ تم ہی تھے جس نے ثناء کو راستے سے ہٹایا تھا۔

کیا یہ تمہارے الفاظ نہیں کہ جو شخص تمہارے اور اس مشن کے بیچ آئے گا وہ اپنے انجام کو پہنچے گا، چاہے وہ کوئی عورت ہی کیوں نا ہو۔"

اتنا کہتے وہ آگے کو جھکے۔

"ثناء کو بھی اسی بنیاد پر مارا تھا نا تم نے؟" بالکل آہستگی سے کہتے وہ میکال کے ضبط کی ہر حدود توڑ گئے۔

"سر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب آپ نے کیا ہے۔" سمریز نے آنکھوں میں تپش لیے اسے گھورا۔

"لیکن یہ بھی سچ ہے کہ کچھ بھی آپ نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔" تابش نے اس کی گھوری کا اثر لیے بنا اپنی بات مکمل کی۔

"سر آپ سوچ بھی نہیں سکتے کل میرے ہاتھ کتنا بڑا ثبوت لگا ہے۔"

میکال ضبط کی باڑ توڑتا دونوں ہاتھوں کی مٹھی بنائے میز پر مار گیا۔ اس بار شاہد بخاری اپنی جگہ جمے رہے۔ بالکل جامد۔ اس کی آنکھوں میں برابر دیکھتے ہوئے۔

میکال نے ان کے تاثرات میں رتی برابر بھی فرق نہ آتے دیکھ خود کو پرسکون کیا۔ پھر مسکرایا، شیطانی مسکراہٹ۔ نیلے سمندر جیسی آنکھوں میں شیطان کا راج دکھائی دیا۔

" صحیح کہا تم نے۔ یہ میرے ہی الفاظ ہیں، اینڈ آئی اون اِٹ۔ "وہ پرسکون سا کہتا شاہد بخاری کو بے چین کر گیا۔ انہیں کچھ غلط ہونے کا احساس گھیرنے لگا۔

"سر آپ کو یاد ہے نا پرسوں میں آپ کا موبائل لے گیا تھا اپنے ساتھ۔ میں نے آپ کے موبائل کا سارا ڈیٹا نکال دیکھا۔ سمریز غور سے تابش کو سننے لگا۔

"سارا کال ڈیٹا نکلوایا مگر کچھ نہیں ملا۔ لیکن پانچ بجے کے قریب آپ کے فون پر ایک کال آئی تھی۔ ایک اجنبی نمبر سے۔ میں نے وہ اٹینڈ کی تو۔۔ "وہ ایک لمحے کو رکا۔

"وہاں، بیلا چاؤ سونگ گونجنے لگا۔ سر ڈیڑھ منٹ وہ گانا چلتا رہا۔ میں نے کوئی رسپانس نہیں دیا۔ اور ڈیڑھ منٹ بعد وہ کال کٹ گئی۔ اسی کے ساتھ وہ نمبر بھی غائب ہو گیا۔ ایسے جیسے کبھی کوئی کال آئی ہی نہ ہو۔ "

تابش خود پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ سمریز کے الفاظ تو جیسے دم توڑ چکے تھے۔

"لیکن میں نے وہ نمبر سیو کر لیا تھا۔" تابش کے خاموش ہونے پر سمریز نے کچھ کہنے کو لب کھولے۔

"لیکن ایک فون کال سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ سب قتل میں نے کیا ہیں؟" سمریز نے ایک ننھی سی امید کے تحت کہا۔ تابش مسکرا دیا۔

"جی سر۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ایک فون کال سے یہ واقعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن میرے پاس کچھ اور بھی ہے۔"

"میکال دیکھو ہم ٹیم ہیں۔ ہم مل کر کام کر رہے ہیں۔ سب ٹھیک چل رہا پھر تم آج اتنے بپھرے ہوئے شیر کیوں بنے بیٹھے ہو؟" شاہد کی بات پر اس کا قہقہہ گونجا۔

"کام، ہاں ہم کام ہی تو کر رہے تھے۔ مگر جانتے ہو کیا ہوا؟ ہمارے کام کے بیچ میں تمہاری بیٹی آ گئی۔" وہ ہنستے ہوئے کہتا آخر میں سنجیدہ ہو گیا۔

"پرسوں رات ہم نے سمریز کو ٹریگر کر لیا تھا۔ وہ میرے ہپناٹزم کے زیر اثر پولیس سٹیشن سے نکلا تھا مگر وہ جگہ پر نہیں پہنچا۔

اگلے دن میری ٹیم نے ایک بار پھر اسے ٹریگر کرنا چاہا تھا مگر ہماری کال کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں نے شام میں اس کی معلومات حاصل کرنے فاروق کو بھیجا تھا اور جانتے ہو کیا معلوم ہوا؟" اس کے انداز میں ایک بار پھر سختی در آئی۔

"تمہارا چہیتا داماد تمہاری بیٹی کے ساتھ ساحلِ سمندر پر فیملی ٹائم سپینڈ کر رہا تھا۔ واؤ۔" سنجیدہ آنکھیں اور مسکراتے لب۔ شاہد کو ان آنکھوں کے ساکت سمندر سے خوف آنے لگا۔

"کیا اب بھی کہو گے کہ سمریز کے زندگی کی طرف لوٹنے میں تمہارا کوئی کردار نہیں۔" وہ آگے کو ہوتا پوچھ رہا تھا۔ شاہد بخاری کی زبان تالو کو چپک کر رہ گئی۔ وہ اس کے الفاظ نہیں اس کے ذہن میں چلتی خرافات کو محسوس کر سکتے تھے۔

"سر اس کمپیٹیشن والے دن جب علی منصور پر حملہ ہوا تھا۔ تب وہاں کے بھی سی سی ٹی وی فوٹیج ہیک کر لیے گئے تھے نا۔ اس دن جمی اور جونی نے ان ہیکرز کے الگورتھم کو سمجھ لیا تھا۔ وہ دونوں اتنے دنوں سے اس الگورتھم کو توڑنے میں ہی مصروف تھے۔ اور کل جمی نے مجھے یہ فوٹیجز بھیجی ہیں"۔ تابش نے جیب سے اپنا موبائل نکال کر سمریز کے سامنے کیا۔

"وہاں ڈھیروں فوٹیجز تھیں۔ وہ ساری فوٹیجز جو قتل کے وقت ہیک کر لی جاتی تھیں۔ ان کا الگورتھم ٹوٹ چکا تھا۔" اب ہر چیز واضح تھی۔

سمریز نے کانپتے ہاتھوں سے وہ موبائل پکڑا۔

"جانتے ہو ناشاہد، جو شخص میرے اس مشن کے بیچ آئے گا وہ اپنے انجام کو پہنچے گا، چاہے وہ کوئی عورت ہی کیوں نا ہو۔ وہ ان کی کچھ دیر پہلے کہی گئی بات دوہرانے لگا۔" اس کی آواز میں ایسا سرد پن تھا کہ شاہد کو گردن کے پشت کے بال کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔

"اور پھر تم نے خود ہی اپنی بیٹی کو میرے مشن کے بیچ میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔" وہ اتنا کہتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سرمئی کوٹ کے بٹن بند کرتا وہ ان کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھے گیا۔

"چچ، افسوس ہوتا ہے مجھے تمہاری اس کم عقلی پر۔ عالمگیر بخاری اسی لیے ہمیشہ، ہر مقام پر تم سے آگے نکل جاتے تھے۔" اس نے چہرے پر گہرے افسوس زدہ تاثرات سجائے کہا۔ پھر ٹیبل پر آگے کو جھکا۔ نیلے سمندر میں طغیانی مچی تھی۔

"یہ کھیل میں نے شروع کیا تھا نا، اب تم دیکھنا اس کا اختتام بھی میں اپنے انداز سے کروں گا۔" آہستگی سے الفاظ ادا کرتا وہ ان کی سانسیں روک گیا۔ بنا ایک بھی لمحہ ضائع کیے وہ اسٹڈی کے دروازے کی جانب بڑھا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے میکال۔ صلہ کو کوئی نقصان مت پہنچانا۔ وہ میرا کل اثاثہ ہے۔ تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔" وہ اپنے بے جان وجود کو سنبھالتے پیچھے سے چلائے۔

"میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ رک جاؤ میکال، میری بات سنو۔ رک، جاؤ۔" وہ بنا کان دھرے باہر نکل گیا۔ شاہد بخاری کے آخری الفاظ ٹوٹ گئے۔ اس نازک ڈور کی طرح جس کے سہارے ان کا بھروسہ بندھا تھا میکال کے ساتھ۔

Clubb of Quality Content!

oooooooooooooooo

وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ گھر واپس لوٹا تھا۔ سورج نکل آیا تھا مگر دسمبر کی ٹھنڈ نے جیسے اس سے بھی تپش چھین لی تھی۔

صلہ کے دروازہ کھولنے پر وہ کسی روبوٹ کی طرح چلتا اندر آیا اور صوفے پر گر سا گیا۔ صلہ فوراً اس کے پیچھے آئی۔

"سمریز کیا بتایا تابش بھائی نے؟" اس کے لہجے میں فکر مندی تھی۔ سمریز نے نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور بس کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔

سرخی مائل شہد رنگ آنکھیں ہر بات کہہ گئیں۔ صلہ کے گلے میں گلٹی سی ابھری۔

اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔ سمریز کو یوں لگا جیسے اس نے ایک اعتماد تھمایا ہو۔

"صلہ! ہر ایک قتل، ہر ایک جرم، ہر ایک گناہ، میں نے کیا ہے۔ اپنے ان ہاتھوں سے۔ میں اپنی آنکھوں سے خود کو قاتل بنا دیکھ کر آ رہا ہوں۔" اس نے کب سے روکے آنسو صلہ کے سامنے بہنے دیے۔

"کہاں دیکھا تم نے؟ کیا پتہ جو بھی دیکھا ہو، وہ جھوٹ ہو۔ ہاں!" صلہ نے ایک آخری امید دلانے کی کوشش کی۔ وہ پھیکا سا مسکرایا، اذیت سے بھرپور مسکراہٹ۔

"وہ سب ثبوت تابش نے خود اکھٹے کیے ہیں۔ میں خود سے زیادہ بھروسہ کرتا ہوں اس پر۔ وہ سب ثبوت حقیقت ہیں صلہ۔" وہ نم آنکھوں سے کہتا اسے یقین دلانے لگا۔ اپنے گناہوں کا یقین۔

"یہ دیکھو میرے پاس، میرے پاس بھی موجود ہیں وہ ویڈیوز۔ یہ دیکھو۔" صلہ کے ہاتھوں سے ہاتھ نکال کر اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ اس نے ویڈیو پلے کر کے صلہ کے سامنے کی۔

یہ اس کے تھانے کے باہر کی ویڈیو تھی جس میں وہ روبوٹک انداز میں چلتا رولز رویس میں بیٹھا تھا۔ اور اسی رات وہ گاڑی ایک کلب کے باہر رکی تھی۔ سی سی ٹی وی فوٹیج میں وہ گاڑی سے نکلنے سے پہلے چہرے پر ماسک لگاتا دکھائی دیا تھا۔ یہ اسی رات کی ویڈیو تھی جس رات الطاف حسین کے کلب میں قتل ہوا تھا۔ اسی چاقو سے، اسی انداز میں۔

اس کے علاوہ بھی بے شمار ویڈیوز تھیں۔ وہ دیوانوں کی طرح ہر ویڈیو پلے کر کر کے اسے دکھاتا جا رہا تھا۔ صلہ کو اس کی حالت پر رونا آنے لگا۔

"بس کرو، بند کرواانھیں۔ یہ سب تم نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔" صلہ نے اس سے موبائل چھیننے کی کوشش کی۔ مگر وہ ہاتھ ہٹاتا اگلی ویڈیو پلے کرنے لگا۔ صلہ نے سختی سے اسے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا اور جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

"بس کرو سمریز۔ کچھ نہیں کیا تم نے۔ بند کرو ان ویڈیوز کو۔ پاگل ہو گئے ہو کیا؟" سمریز ساکن ہو گیا۔

اس نے سمریز سے موبائل چھینا اور اوف کر دیا۔ پھر اس کی طرف مڑی۔

"دیکھو، یہ سب ویڈیوز حقیقت ہوں گی۔ مگر اس حقیقت سے زیادہ نہیں جو تمہارے دل میں ہے۔ مجھے بتاؤ، کیا تم نے ایسا کچھ کرنے کا سوچا تھا؟" صلہ نے اپنا انداز پر اعتماد اور مضبوط بنا کر اسے سمجھانا چاہا۔ اس کی بات پر سمریز نفی میں سر ہلا گیا۔

"کیا تم ان مظلوم لوگوں کو مارنا چاہتے تھے؟" وہ پھر نفی میں سر ہلا گیا۔

"کیا تمہیں ایسا کچھ یاد ہے؟" صلہ نے ایک بار پھر سوال کیا۔ وہ دوبارہ نفی میں سر ہلانے لگا۔

"تو اس حقیقت کو سوچو کہ تم بے گناہ ہو۔ گناہگار تب ہوتے جب پورے ہوش و حواس میں یہ سب کرتے۔ ٹھیک ہے۔" اس کی بات پر شہد رنگ آنکھوں میں پھر نمی جگمگانے لگی۔

"تم بھی اتنے ہی بے گناہ ہو جتنے وہ مارے جانے والے لوگ تھے۔ اصل گناہگار وہ ہے جس نے تمہیں استعمال کیا۔ وہ کون ہے؟ کیا معلوم ہے کچھ؟" سمریز نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو، ہاں؟ وہ شخص اب بھی آزاد ہے۔ وہ قاتل جس سے تمہیں بدلا لینا تھا وہ اب بھی آزاد ہے سمریز۔ جاؤ اور اسے ڈھونڈو۔ خود کو قصوروار مت سمجھو۔ آئی سمجھ۔" صلہ کا لہجہ مضبوط اور آنکھیں پر اعتماد تھیں۔ اس وقت کوئی بھی اس کے اعتماد کو دیکھ کر اس کی بات مان سکتا تھا۔

"پر وہ کلر تو میں ہی ہوں۔ قتل تو میرے ہاتھوں سے ہوا ہے۔ قانون تو مجھے سزا دے گا۔" مگر سامنے بھی سمریز بخاری تھا۔ وہ اب بھی اپنے خدشات بیان کرنے میں لگا تھا۔

"قانون کی پہلی سیڑھی پولیس ہوتی ہے۔ عدالت، مقدمہ، سزا، یہ سب تو بعد میں آتے ہیں۔ اور پہلی سیڑھی تم خود ہو۔ یہ کیس تمہارے پاس ہے۔ اسے اگلی سیڑھی پر تم نے لے جانا ہے۔ اسے آگے لے جانے سے پہلے تم اصل مجرم کو ڈھونڈ لوں گے انسپکٹر۔" صلہ نے نگاہوں میں ایک مان لیے کہا تھا۔

اس کی باتوں کا سمریز پر واقعی اثر ہونے لگا۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ جیسے ذہن میں اس کی باتوں کے تانے بانے بن رہا ہو۔ پھر ہونٹ کاٹتا اثبات میں سر ہلانے لگا۔ صلہ اس کے مان ن جانے پر مسکرا دی۔ ایک راحت سی رگوں تک میں اتری تھی۔

پھر اگلے ہی لمحہ وہ ساکن ہو گئی۔ سمریز آنکھیں موندے اس کے کندھے پر سر ٹکا گیا تھا۔ صلہ کے چہرے پر مسکراہٹ کھلی۔

"پریشان مت ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے سمریز کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ مشکل حالات میں کسی اپنے کا ساتھ، مان اور بھروسہ مل جائے تو اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے۔

ooooooooooooooo

پرانی مہران ایک گھر کے باہر آ کر رکی۔ گھر سے آتی ہلکی روشنی میں دروازے کے ساتھ لگی تختی پر کمال ہاؤس لکھا دکھائی دے رہا تھا۔ ہارن کی آواز پر دروازہ کھولا گیا اور پھر گاڑی اندر بڑھ گئی۔ گاڑی جگہ پر کھڑی کر کے تابش باہر نکلا چہرے پر ایک اداسی سی چھائی ہوئی تھی۔ اندر ٹی وی لاؤنج میں ہی اسے میرب اور کبریٰ بیگم (تابش اور میرب کی والدہ) بیٹھی نظر آئیں۔ وہ سر جوڑے بیٹھی موبائل میں کچھ دیکھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ تبصرے بھی جاری تھے۔

"السلام علیکم!" تابش نے باآواز بلند دونوں کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" دونوں نے اس کے سلام کا جواب تو دیا مگر نگاہیں ابھی بھی موبائل پر ہی جمی تھیں۔ تابش انھیں دیکھتا خاموشی سے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

"اماں یہ والی دیکھیں۔" میرب کبریٰ بیگم سے کہتی مزید تبصرے دینے لگی۔ اماں بھی آگے سے مزید کچھ کہہ رہی تھیں۔ وہ خاموشی سے آنکھیں بند کیے صوفے پر سر ٹکا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شہادت کی انگلی سے آنکھیں مسلتے ہوئے وہ کافی تکان زدہ لگ رہا تھا۔ جو انکشاف ہوئے تھے وہ اسے بھی ایک عجیب کشمکش میں ڈال گئے تھے۔ اس کا آئیڈیل قانون کی نگاہ میں مجرم تھا۔ اور وہ قانون ہو کر بھی اسے گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اسے بس جلد از جلد اس شخص تک پہنچنا تھا جس نے اس کے آئیڈیل کو اس گھناؤنے کھیل میں شامل کیا۔

"ایک گلاس پانی ہی پلا دو یار۔ تھکا ہارا آیا ہوں۔" ان دونوں کو موبائل میں منہمک دیکھ بلآخر بول ہی دیا۔

"جا میرب، بھائی کیلئے پانی لا۔" اماں نے موبائل اس کی نظروں سے دور کرتے ہوئے کہا تو وہ منہ بنانے لگی۔

"اماں، جاتی ہوں ابھی یہ والی تو دیکھنے دیں۔" میرب نے پھر موبائل ان کے ہاتھوں سے لینے کی کوشش کی

"میں کیا کہہ رہی ہوں۔پانی لے کر آپہلے بھائی کیلئے۔"اس بار اماں نے ذرا غصے سے کہا تو وہ فوراً کھڑی ہوئی۔

"اچھا۔"یہ کہتے ہی وہ کچن کی طرف بڑھی۔تابش جو کب سے ان دونوں کو موبائل میں مصروف دیکھ رہا تھا میرب کے جاتے ہی خود کبریٰ بیگم کے ساتھ آبیٹھا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں آپ لوگ؟مجھے بھی بتائیں؟"وہ تجسس کے مارے ان سے کہنے لگا۔اس کی بات پر کبریٰ بیگم مسکرائیں۔اسے ان کی مسکراہٹ کچھ عجیب لگی۔کبریٰ بیگم نے موبائل اس کی طرف بڑھایا تو اس نے تھام لیا۔

"ہاں،ہاں کیوں نہیں۔"کبریٰ بیگم نے کھلکھلاتے ہوئے کہا۔اپنی ماں کی مسکراہٹ دیکھ تابش کو ایک سکون ملا تھا۔کتنا کچھ برداشت کیا تھا اس عورت نے ان کے خاطر۔

"تیرے لیے ہی تو لڑکیاں دیکھ رہے ہیں۔یہ دیکھ۔"کبریٰ بیگم کی بات اور پہلی ہی تصویر پر نظر پڑتے ہی اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"استغفر اللہ!" اتنا کہتے ہی اس نے موبائل جلدی سے ان کی گود میں رکھا۔ ایسے جیسے کوئی انہونی چیز دیکھ لی ہو۔ میرب جو پانی کا گلاس تھامے کچن سے آرہی تھی اس کی حرکت پر ہنسنے لگی۔

"ارے کیا ہو گیا؟" کبریٰ بیگم نے موبائل گود سے اٹھا کر تابش کو گھوری سے نوازتے ہوئے کہا۔

"ارے اماں! معلوم نہیں تمہیں کتنا شرمیلا ہے تمہارا بیٹا۔" میرب شرارتی انداز میں کہتی اسے پانی کا گلاس پکڑانے لگی۔ کبریٰ بیگم بھی اسے دیکھتی ہنسنے لگی تھیں۔ ان دونوں کی ہنسی کو نظر انداز کرنے کی پوری ناکام کوشش کرتے ہوئے اس نے پانی کا گلاس منہ سے لگایا۔

"اماں مجھے تو لگتا ہے۔ ہمارے گھر کی شادی اس دنیا کی سب سے انوکھی شادی ہو گی۔ جہاں دلہن کا تو پتہ نہیں مگر دلہا حد سے زیادہ ہی شرماتا پھرے گا۔" میرب اس وقت مکمل تابش کو چڑانے کے ارادوں میں تھی۔

اس کی بات پر وہ کانوں کی لو تک سرخ ہوا تھا۔ پھر جلدی جلدی اٹھتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے، ارے کدھر جا رہے ہو؟ تصویریں تو دیکھتے جاؤ۔" میرب نے پیچھے سے شرارتی انداز میں ہانک لگائی اور وہ اس کی بات پر کان دھرے بغیر اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔

کمرے کا دروازہ بند کر کے اس نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنا چاہا۔ میرب کے جملے ابھی بھی کانوں میں گونج رہے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی جھلملاتا، ٹمٹماتا، کسی کا عکس اس کے ذہن کی کھڑکی پر نمودار ہوا۔

سیاہ رنگ کے جوڑے میں ملبوس وہ کچھ گھبرائی ہوئی سی تھی۔ صلہ اسے کندھوں سے تھامے مسلسل پرسکون ہونے کا کہہ رہی تھی۔ یہ اس رات کی بات ہے جب علی منصور پر حملہ ہوا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سمریز نے اس کی ڈیوٹی جہاں لگائی تھی وہاں سامنے ہی ڈونیٹ گیلور کا چھوٹا سا سٹیشن بنا تھا۔

میرب، صلہ اور مریم تینوں کچھ نا کچھ بنانے میں مصروف تھیں۔ تابش کی نگاہیں بھٹک بھٹک کر مریم کی طرف اٹھتی تھیں۔

لیکن ان کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی۔ ایک دو بار مریم کی نگاہ بھی اس کی طرف اٹھی تھی۔ مگر اس کے تاثرات ایسے تھے جیسے اسے پہچانا ہی نہ ہو۔ نا جانے کیوں تابش کا دل اس سے بات کرنے کا کیا تھا مگر وہ اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

اس کے پریشان تاثرات لیے معصوم چہرے کا سوچتے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ مسکراہٹ سمیٹتا، سر جھٹکتا آگے بڑھ گیا۔

°°°°°°°°°°°°°°°°°°

"مریم، بیٹا تم وہ گھر چھوڑ کیوں نہیں دیتیں۔ یہاں میرے پاس آجاؤ۔ میں بھی تو اکیلی ہوتی ہوں۔ جب وہ لوگ تمہیں عزت سے نہیں رکھ سکتے تو چھوڑ دو انہیں۔" وہ دونوں اس وقت

صغریٰ بیگم کے کمرے میں موجود تھیں۔ صغریٰ بیگم تسبیح کے دانے گراتیں ساتھ ساتھ اسے سمجھانا چاہ رہی تھیں۔

"نہیں اماں میں نہیں آسکتی۔ اول تو ماموں مجھے ایسا کرنے نہیں دیں گے۔ اگر میں آ بھی گئی تو وہ مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔ اور اماں میں۔۔"۔ اتنا کہتی وہ پریشان سی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

صغریٰ بیگم اس کے بولنے کی منتظر تھیں۔

"اماں میں خود بھی نہیں چاہتی کہ یہاں آکر رکوں۔ کل کو اگر آپ کے بہو بیٹے آگئے تو میں کہاں جاؤں گی۔ ماموں کا گھر میرا آخری سہارا ہے۔ ذلت و زیادتی کچھ بھی ملے مگر میری عزت بھی اسی گھر سے قائم ہے۔ اس کی بات میں واقعی دم تھا۔" صغریٰ بیگم پریشانی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"تو بیٹا کیا تم ان کی بات مان لو گی؟" انہوں نے فکر مندی سے پوچھا۔

"کیا کوئی دوسرا راستہ ہے اماں؟" اس نے الٹا سوال کیا۔ آنکھوں میں نمی جگمگائی۔

"مطلب ایک بار پھر خود کو اسی اذیت سے دوچار کرنے کا سوچ چکی ہو تم، جس سے بچ کر آئی تھیں۔" اماں کو ڈھیروں افسوس نے آگھیرا۔ وہ چاہ کر بھی مریم کی مدد نہیں کر سکتی تھیں۔

"اماں پہلے بھی تو اس ذات نے بچایا تھا۔ اس بار بھی وہی بچائے گا۔ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو زندگی میں کبھی کسی دن ضرور مگر میں واقعی آزاد ہو جاؤں گی۔" ایک آنسو ٹوٹ کر اس کے گال پر گرا۔ اماں نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا اور اس کی پیٹھ سہلانے لگیں۔

"میری بچی، اللہ تجھے صبر دے۔ تیری قسمت کھول دے۔ میری دعا ہے کہ اس بار تجھے جو ہمسفر ملے گا وہ واقعی تیرے سفر میں تیرا ساتھی ہو گا۔ ساتھی جو محبت، عزت اور احساس تینوں جذبات سے واقف ہو گا۔" اماں نے اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔ مریم کے حالات پر ان کی اپنی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

○○○○○○○○○○○○○○○

"میکال وہ شخص ہم سب کو مار دے گا۔ وہ صرف دھمکی نہیں دے رہا وہ واقعی ایسا کرے گا۔"

عروہ کے نازک نقوش پریشانی میں ڈھلے تھے۔ میکال نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بے چین وجود کو پر سکون کرنا چاہا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ وہ صرف تمہیں ڈرانا چاہ رہا ہے۔ وہ صرف ہمیں کمزور کرنا چاہتا ہے۔ مت سوچو اس بارے میں"۔ وہ اس کی سیاہ خوفزدہ نگاہوں میں دیکھتا سمجھانے لگا۔

"نہیں، نہیں میکال صفدر خان جیسے لوگ اپنی ضد اور انا کے خاطر بہت کچھ کر دیتے ہیں۔ میکال آئے دن اخبار میں خبر چھپتی ہے کہ کبھی کسی نے رشتے سے انکار کرنے کی وجہ سے لڑکی پر تیزاب پھینک دیا، تو کبھی کسی نے چند کوڑیوں کی خاطر معصوم بچیوں کو بیچ دیا۔ مجھے ڈر لگتا ہے وہ شخص بھی کچھ ایسا ہی کرے گا۔" اس کی نگاہیں ڈھیروں خوف خود میں سموئے ہوئے تھیں۔

"عروہ، میری عروہ، میری بات غور سے سنو۔ وہ شخص ایسا کچھ نہیں کرے گا۔ میں نے اسے قابو کرنے کا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے۔ میں بہت جلد اس کا قصہ ہماری زندگی سے ختم کر دوں

گا۔"اس کی نگاہوں میں بہت کچھ تھا۔یقین،مان،حفاظت کا احساس۔عروہ کو واقعی اس کی باتوں پر یقین آنے لگا۔وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی اثبات میں سر ہلانے لگی۔جبکہ میکال اس معاملے کو ختم کرنے کی ٹھان چکا تھا۔دروازے کی دستک پر وہ حال میں لوٹا۔میکال نے آنکھیں کھولیں۔ماضی کا وہ منظر دھندلا گیا۔دروازے پر اب بھی دستک ہو رہی تھی۔وہ گہرا سانس بھرتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"آجاؤ۔"رعب دار آواز اس کے آفس روم میں گونجی۔تبھی ایک شخص اندر داخل ہوا۔قدم بڑھاتا اس کے سامنے آرکا۔

"سر آپ کیلئے اگلا شکار ڈھونڈ لایا ہوں۔"اس شخص نے مؤدب سے انداز میں کہا۔

میکال نے خاموشی سے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔اس شخص نے جیب سے ایک تصویر نکالی اور اسے تھمادی۔

"کون ہے یہ؟"میکال نے تصویر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"سر دنیا کی نظر میں ایک کامیاب بزنس مین ہے۔ دو تین کلبز کا مالک بھی ہے۔ لیکن حقیقتاً کالے دھندوں میں ملوث ہے اور یہ سارا بزنس بھی اس نے اسی حرام کمائی سے کھڑا کیا ہے۔" اس شخص نے مختصراً تعارف کروایا تو میکال اثبات میں سر ہلا گیا۔

"کیا کرنے جا رہا ہے یہ؟" اس نے تصویر ہاتھ میں گھماتے مزید پوچھا۔

"سر یہ اپنی بھانجی کا سودا کرنے والا ہے کسی فرانسیسی سمگلر سے۔ نکاح کروا کے اپنی بھانجی اس کے حوالے کر دے گا اور بدلے میں اسے پلازہ بنانے کی زمین ملے گی۔" اس کی بات پر میکال نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"یعنی آج کل خون بھی سفید ہو چکا ہے۔' اتنا کہتا وہ نخوت سے سر جھٹک گیا۔

" کب ہونے والا ہے یہ سودا؟" اس نے اگلا سوال کیا۔

"سر اگلے جمعے کو نکاح ہے اور اسی کے ساتھ اس زمین کا کنٹریکٹ بھی سائن ہونے والا ہے۔" اس شخص کی اطلاع پر میکال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میرے اگلے آرڈر کا انتظار کرنا۔" اتنا کہہ کر اس نے ہاتھ کے اشارے سے بات ختم کی۔ غرور تو اس کی ناک کا حسن تھا۔

اس شخص کے جاتے ہی وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ ذہن میں تانے بانے بنتا وہ کچھ بڑی پلاننگ کر رہا تھا۔

ooooooooooooooo

"الطاف کے پیچھے لگایا تھا میں نے تمہیں؟ کیا معلومات نکالیں؟" تابش نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سامنے کھڑے نور سے پوچھا۔

انداز میں آج کل سنجیدگی چھائی رہتی تھی۔ سمریز سے اس کا لگاؤ الگ تھا اور جو انکشاف ہوئے تھے ان کی بنا پر وہ بے حد سنجیدہ سا ہو گیا تھا۔

"سر میں آپ کو وہی بتانے آرہا تھا۔ ایک بڑی خبر ہے۔ اس الطاف کو رنگے ہاتھوں پکڑ سکتے ہیں اس بار۔" نور الدین کی بات پر اس کے ماتھے پر دو بل پڑے۔

"کیا خبر ہے؟" اس نے ذرا حیرانی سے تھوڑا آگے کو جھکتے پوچھا۔

"سر وہ الطاف ایک نیا کانٹریکٹ کرنے جا رہا ہے۔ اس بار کسی فرانسیسی سمگلر کے ساتھ ہاتھ ملانا ہے اس نے۔" نور کی بات پر اس کے ماتھے کے بل گہرے ہوئے۔

"فرانسیسی سمگلر؟" اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"سر وہ شخص پاکستان کا ہی ہے مگر اس نے سمگلنگ فرانس سے شروع کی، وہاں کسی گینگ کا حصہ ہے وہ"۔ تابش نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا اور پیچھے کی جانب ٹیک لگا گیا۔

"اور کانٹریکٹ کیا ہے؟" اس نے مزید جاننا چاہا۔

"سر وہ لوگ کسی لڑکی کا سودا کرنے والے ہیں اور وہ۔۔۔"

"واٹ؟ لڑکی کا سودا؟" نور کی بات پر وہ یکدم ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا۔ آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"جی سر۔ اور وہ لڑکی الطاف کی اپنی بھانجی ہے۔ اس سے پہلے بھی اس نے ایک سمگلر کے ہاتھوں بھانجی کو فروخت کر دیا تھا۔ وہ تو قسمت کا کرنا ہوا کہ وہ سمگلر پکڑا گیا اور وہ لڑکی آزاد ہو کر پاکستان واپس آ گئی۔ لیکن یہ الطاف ایک بار پھر اس لڑکی کے بدلے پیسہ کمانا چاہتا

ہے۔"نور کی باتوں پر وہ کنپٹی سہلاتا پریشان سا اسے دیکھے گیا۔چند لمحوں بعد ذہن میں کچھ کلک ہوا تو میز پر اس کی جانب جھکا۔

"مگر نور ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟وہ لڑکی ایک زر خرید غلام کی طرح یا پھر خادمہ کی طرح پاکستان سے باہر نہیں جاسکتی۔یہ ہمارے قانون کے خلاف ہے۔یہ تو سیدھا سمگلنگ کا کیس بنتا ہے۔تابش نے سوچ کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

بالکل سر ہمارا قانون یہ اجازت نہیں دیتا اور وہ شخص اس لڑکی کو خادمہ یا زر خرید غلام کی حثیت سے لے کر جا بھی نہیں رہا۔الطاف جمعے کے دن اس کا نکاح کروا رہا ہے۔بظاہر یہ ایک شادی ہوگی مگر اندرونِ خانہ وہ اس لڑکی کے بدلے زمین اپنے نام کروائے گا۔پہلے بھی الطاف نے اسی طرح اس کا سودا کیا تھا۔دنیا کی نظر میں وہ نکاح تھا مگر حقیقت میں اس نے اپنی بھانجی کو تین چار کلبز کے بدلے بیچ دیا تھا۔"نورالدین کی بات سمجھتے ہوئے اس نے سر ہلا دیا۔

"تو سر پھر چھاپہ مارنے کی تیاری کریں؟"اس نے جیسے اجازت چاہی۔

"پہلے سمریز سر کو اس بارے میں آگاہ کرنا ہوگا۔ دیکھتے ہیں وہ کیا آرڈرز دیتے ہیں۔" تابش نے آہستہ آواز میں کہا۔ سمریز کے ذکر پر وہ انکشاف پھر ذہن کے پردے پر لہرانے لگا۔

"سر اس کانٹریکٹ میں شامل لوگوں کی تصاویر ہیں میرے پاس۔ آپ دیکھ لیں ایک بار۔" نور نے یہ کہتے ہوئے جیب سے کچھ تصاویر نکالیں۔ ایک ایک کر کے ساری تصویریں وہ میز پر تابش کے سامنے رکھ گیا۔

تابش نے ایک نظر سب تصویروں پر ڈالی۔

اچانک نگاہ ایک تصویر پر ٹک گئی۔ اسے لگا جیسے ایک لمحے کیلئے اس کا ذہن کسی زلزلے کی زد میں آ گیا ہو۔

اس نے ماتھے پر بل سجائے وہ تصویر اٹھائی۔

"یہ کون ہے؟" اس کا لہجہ لڑکھڑا سا گیا۔

"سر یہ وہی لڑکی ہے جس کا سودا ہونے جا رہا ہے؟" نور نے اس کے جذبات سے نا آشنا بڑے آرام سے جواب دیا۔ تابش کیلئے اگلا سانس لینا مشکل ہو گیا۔ ابھی تو محبت ٹھیک سے پروان بھی نہیں چڑھی تھی کہ آزمائش نے آگھیرا۔

اس نے تصویر پلٹائی۔ پیچھے معلومات لکھی تھیں۔

نام:۔ مریم نور

عمر:۔ 25سال

اور بھی سارا حسب نسب لکھا تھا۔

کیا وہ لڑکی پہلے سے شادی شدہ تھی؟ کیا پہلے بھی اس کا سودا ہو چکا تھا؟ ایک بار پھر وہ الطاف کی لالچ کی بھینٹ چڑھنے والی تھی۔ کتنے سوال تھے جو ناگ کی طرح منہ کھولے ڈسنے کو تیار تھے۔ تابش کتنی ہے دیر عجیب سے احساسات میں گھرا وہاں بیٹھا رہا۔ ہاتھ میں موجود اس تصویر کو بے یقینی سے تکتے ہوئے

"نور الدین۔" نور خاموشی سے اٹھ کر جانے لگا کہ تابش کی آواز پر رک گیا۔

"جی سر؟"اس نے مؤدب سے انداز میں پوچھا۔

"جمعے کے دن الطاف کے گھر چھاپا مارنے کی تیاری کرو۔"انتہائی سنجیدگی سے کہا گیا۔نور اس کے انداز پر کچھ الجھا ضرور مگر پھر اس کا حکم مانتا جانے لگا۔

"وہاں آئے ہر ایک شخص کے خلاف ثبوت ہونے چاہیں۔اس بار الطاف حسین کو تابش کمال کے چنگل سے کوئی نا بچا سکے۔"ایسی کاٹ تھی اس کی آواز میں کہ نور کو اپنے رونگٹھے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔وہ فوراً سیلوٹ کرتا وہاں سے نکل گیا۔

پیچھے تابش نے وہ تصویر اپنی میز کی دراز میں ڈال کر لاک کر دی۔دانتوں پر دانت سختی سے جمائے وہ ضبط توڑ دینے کی حد پر تھا۔ذہن کے پردے پر بار بار بارش میں بھیگتا وہ ڈرا سہما سا چہرے گردش کرنے لگتا۔اس نے تنگ آکر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دے دیا۔

oooooooooooooooo

جاری ہے

اگلی قسط آئندہ ماہ انشاء اللہ

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842